آسمانِ رسالت ﷺ کے نجوم و کواکب کا زریں سلسلہ - ۵

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ہذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام	:	ازواجِ مطہرات
کاوش	:	طلبۂ جامعہ ڈابھیل
زیرِ سرپرستی	:	حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
حسبِ ایماء	:	حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی
صفحات	:	۴۸۰
سن اشاعت	:	رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ اپریل ۲۰۱۸ء
ناشر	:	شعبۂ تقریر وتحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

۲

اُمّ المومنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

سوانحی خاکہ

نام : سودہ بنتِ زمعہ۔

کنیت : اُمِّ سودہ۔

قبیلہ : قریش کی شاخ بنو عامر بن لُؤی۔

ولادت : کتبِ سیر میں صراحتاً ذکر نہیں ہے؛ تاہم اتنی بات طے ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر اچھی خاصی ہو چکی تھی۔

قبولِ اسلام : آغازِ اسلام میں مسلمان ہوئیں۔

پہلا نکاح : چچازاد بھائی حضرت سکران بن عمروؓ سے۔

اولاد : پہلے نکاح سے عبد الرحمٰن نامی صاحبزادے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

دوسرا نکاح : سرکار ﷺ سے۔

ہجرت : دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہوئی: حبشہ اور مدینہ۔

حج : ۱۰ھ میں حضور ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت سے مالا مال ہوئیں۔

روایتِ حدیث: پانچ احادیث۔

وفات: ۲۲ھ یا ۲۳ھ۔

نمازِ جنازہ: خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔

مدفن : جنت البقیع۔

عمر مبارک : ۷۳ یا ۸۰ سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المومنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا

ہشام الدین حبیب اللہ راجستھانی

بدی کا زور تھا، ہر سو جہالت کی گھٹائیں تھیں
فساد و ظلم کی چاروں طرف پھیلی ہوائیں تھیں
ذرا سی بات پر تلوار چل جاتی تھی آپس میں
تو پھر یہ جنگ آتی ہی نہ تھی دو چار کے بس میں
اگر لڑکی کی پیدائش کا گھر میں ذکر سن لیتے
تو اس معصوم کو زندہ زمیں میں دفن کر دیتے
غرض جو بھی برائی تھی سب ان میں پائی جاتی تھی
نہ تھی شرم و حیا آنکھوں میں، گھر گھر بے حیائی تھی
مگر اللہ نے جب ان پر اپنا رحم فرمایا
تو عبد اللہ کے گھر میں خدا کا لاڈلا آیا

نبیؐ آخرالزماں کے ورود سے پہلے کا یہ وہ بھیانک منظر ہے جس کی سادہ اور آسان الفاظ میں شاعر نے نقشہ کشی کی ہے اور سچ پوچھیے تو یہ اُس دورِ جاہلیت کی ادنیٰ سی جھلک ہے۔ خلاصۃ الخلاصہ کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ نوعِ انسانی کفر و شرک، ظلم و بربریت اور اخلاقی بگاڑ کی ایسی کھائی میں گر چکی تھی جس سے نکلنے کا دور دور تک کوئی امکان نہیں تھا، تبھی یکا یک رحمتِ الٰہی جوش میں آئی، حالات نے پلٹا کھایا، ہواؤں نے تیور بدلے، فضاؤں میں انقلاب کی خوشبو آئی، ہدایت کے جھونکے چلے، اور نورالہدیٰ، داعیٔ

اسلام، حق کے روشن مینار، زہد و فقر کے شہنشاہ، حق وصداقت کے نڈر سپاہی، فقر و استغنا کے معمار، عشق ووفا کے میر، خوف وخشیتِ الٰہی کے پیکر، جمالِ عیسیٰ اور جلالِ موسیٰ کے پاسباں، تقویٰ وللّٰہیت کے آفتاب وماہتاب، تاجدارِ ختمِ نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آسمانِ نخلستان پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمہ گیر نبوت اور عالم گیر رسالت سے سرفراز فرمایا۔

نبی آتے رہے، آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے
جھکانے آئے بندوں کی جبیں اللہ کے در پر
سکھانے آدمی کو آدمی کا احترام آئے

اس انقلاب نے صحرائے عرب کے ذرّوں کو جگمگا دیا، اور ظلم وبربریت کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ ہدایت کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔ آفتابِ نبوت ﷺ سے اکتسابِ فیض کے بعد یہی ذرّے ہمدوشِ ثریا ہو کر ''نجومِ ہدایت'' قرار پائے، ہدایت کے ان درخشاں ستاروں کو دنیا ''صحابہؓ'' کے نام سے جانتی ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ صحابہؓ اپنی سیرت وکردار، اخلاق وعادات، عبادت واطاعت، شمائل وخصائل کے لحاظ سے اتنے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے کہ انبیا کو چھوڑ کر کسی اور جماعت کے لیے اتنے عظیم مقام کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ وہ نفوسِ قدسیہ تھے جنہوں نے نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے روئے انور سے اپنی آنکھوں کو منوّر کیا، اور ان کے طریقے کو اپنی زندگی کا شعار بنایا، ان کے آتشیں نفوس سے آج تک فوز وفلاح اور ہدایت وسعادت کے چراغ روشن ہیں، ان کے آتش کدۂ ایمان سے جہالت کی تاریکیوں میں ایمان باللہ کی قندیلیں جل اٹھیں۔ ان پروانوں کی دل گدازی، جاں سوزی اور جاں بازی کی شان ہی کچھ نرالی تھی، دینِ متین کی ترویج اور

پرچمِ حق کی سربلندی کے لیے ان کا انفرادی اور اجتماعی کردار تا صبحِ قیامت فرزندانِ توحید کے لیے مشعلِ راہ بن گیا، ان قدسی صفت انسانوں نے خدائے واحد کی رضا جوئی کے لیے ماں باپ کو چھوڑا، اہل وعیال کی فرقت کو برداشت کیا، قبیلے اور وطنِ عزیز کو خیر باد کہا۔

نہ پوچھ مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

بنے ہوئے نشیمن پھونک کر کامیاب ہونے والوں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ عورتیں بھی نظر آتی ہیں، آج ہم اپنے اس مقالے میں ایک ایسی ہی مقدس خاتون کا ذکرِ خیر کریں گے جو نہ صرف صحابیاتؓ کے شرف سے مشرف ہیں؛ بلکہ نبیٔ آخر الزماں کی زوجۂ مطہرہ اور ''امت کی ماں'' ہونے کا عظیم تمغہ بھی ان کے سینے پر سجا ہوا ہے۔ اس مقدس خاتون کا نامِ نامی ''ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا'' ہے، ان ہی کی سوانحِ حیات کی کچھ جھلکیاں اس مقالے میں پیش کی جارہی ہیں:

نام ونسب

''سودہ'' نام تھا، اور ''امِ اسود'' کنیت تھی۔ قریش کے نامور قبیلہ قبیلۂ عامر بن لؤی سے تھیں۔ والد کا نام زَمعہ تھا، سلسلۂ نسب مؤرخین کچھ یوں لکھتے ہیں: سودہ بنتِ زَمعہ بن قیس بن عبدِ شمس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حَسَل بن عامر بن لؤی بن غالب القرشیہ العامریہ۔ لؤی بن غالب پر پہنچ کر آپؓ کا سلسلۂ نسب حضور ﷺ کے نسبِ مطہّر سے مل جاتا ہے۔

آپؓ کی والدہ کا نام ''شموس'' تھا جو انصار کے قبیلۂ بنی النجار سے تھیں، ان کا پورا نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: شموس بنتِ قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

والدہ کی طرف سے ان کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنتِ عمرو اور سودہ کی والدہ شموس بنتِ قیس دونوں انصار کے مشہور قبیلہ ''بنو نجار'' سے تھیں، نیز حضرت سودہ کی والدہ شموس رشتہ میں سلمٰی کی بھتیجی بھی ہوتی ہے، اس طرح سے حضور ﷺ اور حضرت سودہؓ کا ننہال بھی ایک ہی ہو جاتا ہے۔

آپؓ کے والد ماجد

آپؓ کے والدِ محترم زمعہ بن قیس انتہائی شریف الطبع، معزز، ہوشیار اور بیدار مغز انسان تھے، آپ کی شرافت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت خولہؓ آپ ﷺ کا پیغامِ نکاح لے کر آپ کے پاس پہنچی تو اولِ وہلے میں ہی بلا چوں و چرا انہوں نے اس پیغام کو قبول فرما لیا اور اپنی لختِ جگر کا نکاح تاجدارِ مدینہ ﷺ سے کروا دیا۔

بہنیں اور بھائی

آپؓ کے دو بھائی: مالک اور عبداللہ، اور دو بہنیں: ہریرہ اور امِ کلثوم تھیں۔ مالک بن زمعہ قدیم الاسلام اور السابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں، جب کہ عبداللہ (بعض روایات میں ان کا نام ''عبد'' بھی بتایا گیا ہے) نے حضرت سودہؓ کے حضور ﷺ سے نکاح کرنے کے بعد اسلام قبول کیا۔

عبداللہ بن زمعہ حضرت سودہؓ کے (ماں کی طرف سے) سوتیلے بھائی تھے۔ ان ہی کے بارے میں حضور ﷺ نے یہ منصفانہ فیصلہ دیا تھا کہ: ''الولد للفراش وللعاهر الحجر''۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی عتبہ نے کہا تھا کہ: زمعہ کی لونڈی کا بچہ مجھ سے ہے۔ جب فتحِ مکہ کے روز حضرت سعدؓ نے اپنے بھائی کے کہنے کے مطابق اس بچہ کو اپنے قبضہ میں لینا چاہا تو عبداللہ بن زمعہ بیچ میں اڑ گئے، اس پر ان کے مابین شدید

اختلاف ہوگیا۔قضیہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بچہ تو صاحبِ فراش (خاوند) کا ہے اور زانی کو پتھر کی سزا (سنگساری) ملے گی۔

اس تاریخی فیصلے کے بعد وہ بچہ عبداللہ کے سپرد کردیا گیا۔ چوں کہ اس کی شکل وصورت عتبہ کے مشابہ تھی؛ اس لیے حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ کو اس سے پردہ کا حکم دیا تھا۔

ہریرہ بنتِ زمعہؓ کی شادی بنوعبدِ قیس کے حضرت معبد بن وہبؓ سے ہوئی، جو بدری صحابی ہیں، ان کی شجاعت وحسنِ کارکردگی کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: عبدِ قیس کے نوجوان اللہ کی زمین پر شیر ہیں۔

اُمِ کلثوم بنتِ زمعہؓ کی شادی حویطب بن عبدالعزیٰؓ سے ہوئی، وہ آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، ان سے ایک بیٹا ابوالحکم پیدا ہوا۔حویطب ان بارہ اولوالعزم اور باہمّت افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دفن کیا تھا۔

ولادت

آپؓ کی ولادت کب ہوئی؟ اس کے بارے میں اصحابِ سیر نے سکوت اختیار کیا ہے؛ البتہ اتنی بات پکّی ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر اچھی خاصی تھی؛ کیوں کہ قبل از بعثت آپؓ کی شادی ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کے ساتھ باقاعدہ ازدواجی زندگی بسر کر رہی تھی، مزید یہ کہ ان کے عمر دراز ہونے کا تذکرہ بھی کتابوں میں ملتا ہے۔

قبولِ اسلام

حضرت سودہؓ اپنی طبیعت اور فطرت کے لحاظ سے ایک صالح، حق پسند اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب غارِ حرا سے آفتابِ نبوت ورسالت کفر وشرک کی ظلمتوں کا دامن چاک کرتے ہوئے طلوع ہوا تو معدودے چند خوش بخت

اور سلیم الطبع انسانوں نے اس کی نورانی شعاعوں سے اپنے دلوں کی دنیا کو منوّر کیا۔

دعوتِ اسلام کے بالکل آغاز میں حضور ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قبیلۂ قریش کو نام بہ نام پکارا، جب سب جمع ہو گئے تو تاجدارِ نبوت ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! تم "لا إلٰه إلا اللٰه" کہہ دو، دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی سے ہم کنار ہو جاؤ گے۔ یہ صدائے حق جونہی مشرکین کے کانوں میں پڑی، اور تمام معبودانِ باطلہ کی عبادت و بندگی ترک کر کے صرف خدائے واحد کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی گئی تو وہ اس قدر برافروختہ ہوئے کہ ان کے غیض و غضب کا آتش فشاں پوری قوت کے ساتھ پھٹ پڑا۔

وہی لوگ جواب تک آپ ﷺ کے خلقِ عظیم، امانت و دیانت، طہارت و صداقت اور اخلاقی پاکیزگی کے نہایت معترف و مداح تھے؛ خون کے پیاسے ہو گئے، اور حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ دعوتِ حق کی صدا پر لبیک کہنے والوں پر جور و جفا اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے؛ مگر صدائے حق آگے بڑھتی رہی، اور ازلی سعادت مندوں کا کاروانِ سعادت دن بہ دن منزلیں طے کرتا ہوا عروج کی سمت رواں دواں رہا۔

حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر سکرانؓ سعادت مندوں کے اسی قافلے میں شریک تھے جس نے بالکل ابتدا ہی میں دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے اسے حرزِ جاں بنا لیا تھا، اور خداوندِ قدوس کی طرف سے "السابقون الاولون" کا اعزازی تمغہ اپنے شانوں پر آویزاں کر کے دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی سے اپنے دامنِ مراد کو لبریز کر لیا تھا۔ چناں چہ سیرت نگاروں نے دعوتِ توحید کے ابتدائی تین سالہ دور میں اس پر لبیک کہنے والے جرأت مند، حق پسند اور خوش قسمت اشخاص کی جو فہرست مرتب کی ہے اس میں آپؓ کا اسمِ گرامی نمایاں طور پر موجود ہے۔ اس سے آپ کے مزاج، آپ کی طبیعت و فطرت کی وہ خصوصیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے جس کی بہ دولت تحریکِ اسلامی کی

تاریخ میں آپ کو ایک بلند و ممتاز مقام حاصل ہوا۔

دعوتِ اسلام کی سرگرم کارکن

اُس دور کی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپؓ اپنے قبیلہ بنی لُوی میں سب سے پہلے ایمان لائیں، پھر آپؓ کی کوششوں سے آپؓ کے میکے اور سسرال کے دوسرے افراد بھی اس دولتِ بے بہا سے بہرہ ور ہوئے، ان میں سے بعض کے نام تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو (آپ کے دیور کے بیٹے) (۲) حاطب بن عمرو (آپؓ کے دیور) (۳) سلیط بن عمرو (آپ کے دیور) (۴) فاطمہ بنتِ علقمہ (آپ کی دیورانی، سلیط کی بیوی) (۵) مالک بن زمعہ (آپ کے بھائی) (۶) سکران بن عمرو (آپ کے شوہر) (۷) ابو ہریرہ بن ابی رُہم (حضور ﷺ کی پھوپھی برہ کے بیٹے)۔

تحریکِ اسلامی میں آپ کی شمولیت کی اہمیت

خدا کے آخری رسول کی دعوت کے دور میں اللہ کے پیغامِ حق و صداقت کو اپنے سینے سے لگانے والے افراد کے حالات کا بہ غور جائزہ لینے کے بعد یہ بات کوئی راز نہیں رکھتی کہ ان میں اکثریت ایسے نوجوانوں کی تھی جن کی عمریں ۱۲/ سے ۲۵/ سال تک تھیں۔ نوعمر جوانوں کا ایک نئی انقلابی تحریک کے ساتھ والہانہ اور پُرعزم رشتہ قائم کرنا ایک فطری امر تھا؛ کیوں کہ یہی وہ عمر ہے جب حوصلے بلند اور ہمتیں جوان ہوتی ہیں، اس دور میں جذبات گرم اور متحرک ہوتے ہیں اور کچھ کر گذرنے اور قدیم نظام کو اکھاڑ پھینکنے کا ولولہ انگڑائیاں لیتا ہے، اس لیے حضور ﷺ کی عہد ساز تحریک کے ساتھ نوجوانوں کی وابستگی کوئی تعجب خیز بات نہ تھی؛ لیکن مخالفین نے اسی بات کو حق کے خلاف حربے

کے طور پر استعمال کیا اور اپنے مخالفانہ پروپیگنڈے میں اس دلیل سے جان پیدا کرنے کی کوشش کی کہ: اگر محمد کے پیغام میں کوئی معقولیت ہوتی تو معاشرے کے دانشور، سنجیدہ اور سربرآوردہ افراد جو پختہ عمر کے لوگ ہیں ضرور اس طرف متوجہ ہوتے اور اس حقانیت کی تصدیق کرتے۔

لیکن حضرت سودہؓ (جن کی عمر اس وقت ۴۰/ سال سے زیادہ تھی) جیسی متین، بردبار اور بیدار مغز شخصیات کی طرف سے اس دعوتِ حق کی قبولیت نے ان کے زہریلے پروپیگنڈے کے غبار کی ہوا نکال کر رکھ دی، اور وہ لوگ جو کسی مشن اور کسی تحریک کی اہمیت اور موزونیت کا اندازہ صرف اس سے وابستہ شخصیات کی ذہنی، معاشرتی اور اخلاقی حیثیت سے لگانے کے عادی ہوتے ہیں، ان کے لیے اس کے متعلق سوچنے اور غور وفکر کرنے کی راہیں کھل گئیں؛ کیوں کہ ایسے وقت میں اسلام قبول کرنا شوریدہ سر دریا کی لہروں میں تختہ بند ہوکر الٹی سمت تیرنے کے مترادف تھا، اور بھاری چٹان اٹھا کر ڈھلوان پر چڑھنے جیسا جاں گسل تھا؛ مگر یہ حضرت سودہؓ ہی کا قلب وجگر تھا کہ ایسے نازک وقت میں انھوں نے نہ صرف آوازۂ حق پر لبیک کہا؛ بلکہ ان کی دعوت وفہمائش سے خاندان کے بیشتر افراد سعادت اندوزِ اسلام ہوئے۔

پہلی شادی

سیدہ موصوفہ حضور ﷺ کے مبارک عقدِ نکاح میں آنے سے قبل بیوہ تھیں۔ پہلی شادی آپ ہی کے خاندان کے حضرت سکران بن عمروؓ سے ہوئی تھی جو رشتے میں بقولِ بعض: حضرت سودہؓ کے والدِ محترم کے چچازاد بھائی تھے اور مؤرخین میں سے کئی ایک حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ سکران خود سودہ کے ابنِ عم تھے۔ ان سے ایک صاحبزادے عبد الرحمٰن پیدا ہوئے، نیک ہاتھوں سے پرورش پائی، اسلام قبول کیا، صالحانہ زندگی

گذاری اور بالآخر عہدِ فاروقی میں ''جنگِ جلولاء'' میں شرکت کر کے جامِ شہادت نوش کیا اور ﴿أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين﴾ کے سچے مصداق بنے۔

ہجرتِ حبشہ

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں فرزندانِ توحید کی جماعت گنتی کے چند افراد پر مشتمل تھی، جو مشرکینِ مکّہ کے ہولناک مظالم اور ان کے جور و جفا کا شکار بنی ہوئی تھی، مگر نشۂ توحید ان کی ستم رانیوں سے اترنے اور مضمحل ہونے کے بجائے تیز سے تیز تر ہوتا جارہا تھا، دعوتِ حق کی صدا پر لبیک کہنے والے عزم واستقلال اور جذبۂ ایثار و وفاداری سے سرشار تمام مظالم کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کررہے تھے؛ لیکن ظلم وستم جب انتہا کو پہنچ گیا اور متاعِ ایمان کی حفاظت میں دشواری نظر آنے لگی تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ملکِ حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، تاکہ وہ سکون واطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوسکیں۔ ہجرتِ حبشہ کی اجازت مل جانے کے بعد پہلی مرتبہ کل گیارہ مردوں اور پانچ عورتوں پر مشتمل توحید کے متوالوں کا ایک مختصر سا قافلہ نہایت رازداری کے ساتھ روانہ ہوا، حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر اس قافلہ میں شریک نہیں تھے؛ بلکہ ابھی مکۂ مکرمہ ہی میں مقیم تھے؛ مگر مکّہ والوں کا ظلم وستم سیلاب کی رَو کی طرح تیز سے تیز تر ہوتا جارہا تھا، اس لیے حضور ﷺ کی اجازت سے دوسری مرتبہ سرفروشانِ اسلام کا ایک بڑا قافلہ حبشہ کے لیے عازمِ سفر ہوا، جس میں تقریباً ۸۶؍مرد اور ۱۷؍عورتیں شامل تھیں، سعادت مندانِ اسلام کے اِس مقدس قافلہ میں حضرت سودہؓ اور ان کے شوہر سکران بہ نفسِ نفیس شریک تھے۔ جس طرح سیدہ سودہؓ اپنے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ وتعلیم کے ذریعہ اس کے کچھ افراد کو اپنا ہم نوا اور اپنا ہم

مسلک بنانے میں کامیاب ہوئی تھیں اسی طرح اس تحریکِ ہجرت میں قبیلے کے سر برآوردہ لوگوں کی سخت مزاحمت اور رکاوٹ کے باوجود انہیں اپنا ہم سفر بنانے میں بھی کامیاب ہوئیں۔ حبشہ میں ایک عرصے تک غریب الوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس آئے۔ ایک قول کے مطابق واپسی کے دوران راستہ ہی میں حضرت سکرانؓ کا انتقال ہوا؛ مگر راجح قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ پہنچ جانے کے چند دن بعد ان کا انتقال ہوا اور یوں حضرت سودہؓ شوہرِ نامدار کے سایۂ محبت سے محروم ہوگئیں۔

دو خواب

''طبقات'' میں حضرت ابنِ عباسؓ کے حوالے سے مذکور ہے کہ: سیدہ سودہؓ نے اپنے شوہر کے انتقال سے قبل خواب دیکھا تھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور اپنا پائے مبارک ان کی گردن پر رکھا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا، تو انہوں نے اس کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا: اگر واقعتاً تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، میں بہت جلد اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا، اور تم سرورِ کونین ﷺ کی زوجیت میں داخل ہو جاؤ گی۔ سیدہ سودہؓ کو اس پر یقین نہ آیا۔

پہلے خواب کو ابھی چند دن گذرے تھے کہ حضرت سودہؓ نے دوسرا خواب دیکھا کہ وہ پہلو کے بل لیٹی ہوئی ہیں اور چاند ٹوٹ کر ان کی آغوش میں آ گرا۔ یہ خواب بھی انہوں نے اپنے شوہر سے بیان کیا، تو اس کی تعبیر بھی یہی بتائی کہ میں اس عالمِ فانی سے بہت جلد عالمِ جاودانی کے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا، اور تم سے آقائے دو جہاں ﷺ نکاح کریں گے۔

شوہرِ نامدار کی وفات

چناں چہ اس خواب کی تعبیر بتانے کے دوسرے ہی دن وہ بیمار ہوگئے، اور چند

دنوں علیل رہ کر عالمِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف چل دیے۔ عدت گذر جانے کے بعد بیچ میں آپ ﷺ نے پیغامِ نکاح دیا، اور حضرت سودہؓ آپ کی زوجیت میں داخل ہو کر "ام المؤمنین" کے شرف سے سرفراز ہوئیں۔ اس طرح حضرت سکرانؓ کی بتائی ہوئی تعبیر حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

عقدِ نکاح کا مختصر پس منظر

اس عقدِ نکاح کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ: حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نہایت غمگین ومحزون رہنے لگے۔ مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی زوجہ حضرت خولہ بنتِ حکیمؓ انتہائی ذہین وفطین خاتون تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر رنج وملال اور غم وحزن کے آثار دیکھے، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ بہت زیادہ غمگین رہنے لگے ہیں، آپ کو ایک مونس وغم خوار رفیقۂ حیات کی ضرورت ہے، جو آپ کے غم وحزن کا ازالہ کر کے اس گھر کو سکون واطمینان کا گہوارہ بنا سکے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: تم نے بالکل سچ اور درست بات کہی، گھر بار اور بچوں کی دیکھ ریکھ کی پوری ذمہ داری خدیجہ نے اپنے سر لے رکھی تھی، اب ان کے نہ رہنے سے پورا شیرازۂ حیات منتشر ہو گیا ہے، جس کی بنا پر سخت تشویش اور بے اطمینانی رہتی ہے۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا: کیا میں کسی جگہ آپ کے لیے پیغام نکاح دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مناسب ہے، اور یہ کام تو عورتیں ہی صحیح طریقہ سے کر سکتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا: کہاں پیغام دینے کا ارادہ ہے؟ حضرت خولہؓ نے جواب دیا: ایک: کنواری کے یہاں جو لوگوں میں آپ کے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ حضرت ابو بکر کی بیٹی عائشہ ہے اور دوسرا: بیوہ یعنی سودہ بنتِ زمعہ کے یہاں پیغام دینے کا ارادہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں جگہ پیغام دے دو۔

اجازت مل جانے کے بعد حضرت خولہؓ پہلے حضرت سودہؓ کے یہاں گئیں اور کہنے لگیں: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر میں خیر و برکت داخل کر دی ہے، تم خوش نصیب ہو، تمہارے تو بھاگ جاگ اٹھے ہیں، تمہارے آنگن میں تو بہاریں پھول برسانے والی ہیں، پوچھا: کیا ہوا؟ تو حضرت خولہؓ نے عرض کیا: مجھے آقائے نامدار ﷺ نے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اُس وقت حضرت سودہؓ اگر چہ بیوہ تھیں، مگر اس بیوگی کے باوجود میکے اور سسرال کے خاندانوں کی حفاظت و حمایت حاصل تھی، خدا نے سکران کے صلب سے بیٹا عطا کیا تھا، جو اَب شباب کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا، پیغامِ نکاح پر انہیں غور وخوض کی مکمل آزادی حاصل تھی، پیغام دینے والے کے معاشی، سماجی اور معاشرتی حالات سے بہ خوبی واقف تھیں۔ بہ ظاہر اس پیغام میں ان کے لیے مادّی شان و شوکت اور دنیوی عیش و راحت کی کوئی نوید نہ تھی، اس پیغام کے قبول کرنے کا مطلب اپنے آپ کو آلام و مصائب اور مظالم و شدائد کے طوفانی تھپیڑوں کے حوالے کر دینا تھا؛ لیکن سیدہ موصوفہ اُس وقت روحانی بالیدگی و لطافت اور اخلاقی عظمت و جلالت کے اُس بلند مقام پر فائز تھیں، جہاں سے دنیا کی تمام رنگینیاں اور اس کی جملہ دل فریبیاں بے وقعت نظر آتی ہیں، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اپنی فدائیت اور دینِ حق کی سربلندی کے بلند و ارفع مشن کے ساتھ اپنی والہانہ فنائیت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا: میں ان پر ایمان لائی ہوں، وہ میرے ہادی اور میرے رہنما ہیں، میری ذات کے متعلق انہیں کلّی اختیار ہے وہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ سیدہ موصوفہ کا اللہ کے رسول کی رفاقت و خدمت کے لیے یہ بے لوث اور مخلصانہ سپردگی نتیجہ تھا ان کے ایمان باللہ اور جذبۂ حبِّ رسول اور راہِ حق میں پُر عزم استقامت کا۔ ان اسباب کے علاوہ خاوند کی حیات میں دیکھے ہوئے خواب کی یاد بھی ان کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی، ان کو پہلے ہی اس بات کا یقین تھا کہ آپ کی طرف سے ضرور پیغام آئے گا، اس لیے فوراً اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

پھر حضرت خولہ سے کہا: میرے والد سے بھی اس کا تذکرہ کردو۔ چناں چہ حضرت خولہؓ پدرِ بزرگوار زمعہ کے پاس گئیں اور جاہلی رسم ورواج کے مطابق "أنعم صباحا" کے جملہ سے سلام کیا، یہ جملہ سن کران کے والد نے پوچھا: کون؟ جواب دیا: خولہ بنتِ حکیم ہوں، حضرت سودہؓ کے والد نے "مرحبا" کہا اور پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کی بیٹی سودہ کے لیے محمد بن عبداللہ (حضرت سودہؓ کے والد زمعہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس لیے حضرت خولہؓ نے "محمد رسول اللہ" کہنے کے بجائے "محمد بن عبداللہ" کہا) کی طرف سے پیغامِ نکاح لے کر آئی ہوں۔ یہ سن کر زمعہ کہنے لگے: بلاشبہ وہ لائقِ اعتنا کفو (ہمسر) ہیں، اور خاندانی لحاظ سے بھی نجیب وشریف ہیں؛ لیکن آپ کی سہیلی کی رائے بھی معلوم کرلینا، حضرت خولہؓ نے کہا: میں سودہ سے ان کی رائے معلوم کرچکی ہوں، وہ بہ خوشی راضی ہیں، زمعہ نے کہا: پھر دیر کس بات کی، انہیں جاکر کہہ دیں جب چاہیں تشریف لائیں، ہم چشم بہ راہ ہوں گے۔

حضرت سودہؓ حرمِ نبوت میں

چناں چہ نکاح کے ابتدائی مراحل کی تکمیل کے بعد شہنشاہِ کونین، امام الانبیاء، رحمتِ دو عالم ﷺ بہ نفسِ نفیس حضرت سودہؓ کے گھر تشریف لے گئے، خود سیدہ سودہؓ کے والد زمعہ نے نکاح پڑھایا، خطبۂ نکاح کے بعد ایجاب وقبول کی رسم ادا ہوئی، چار سو درہم مہر مقرر ہوا، اور زمعہ نے نکاح کے بعد اپنی بیٹی کو آپ ﷺ کے ہمراہ کردیا۔ اس تقریبِ سعید میں سیدہ سودہؓ کے سابق شوہر سکران کے دو بھائی سلیط بن عمرو اور حاطب بن عمرو بھی شریک تھے۔ اس طرح سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "ام المؤمنین" بن کر آپ ﷺ کے مکان پر رونق افروز ہوئیں۔ اُس وقت آقائے دوجہاں سرورِ کائنات ﷺ کی عمر مبارک پچاس سال تھی اور اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ کی عمر بھی پچاس سال تھی۔

حضرت سودہؓ نے اس نکاح کے بعد خاندانِ نبوت کی دیکھ ریکھ کی پوری ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لے لی، اور گلشنِ طاہرہ کی دونو خیز کلیوں کی پرورش ونگہداشت اور حفاظت میں لگ گئیں، آپ ﷺ کے گھر میں رونق آ گئی، ام کلثوم اور فاطمہ کو ماں کا پیار میسر آ گیا۔

چوں کہ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے عقدِ نکاح میں یکے بعد دیگرے تھوڑے ہی وقفے سے آئیں، اس لیے اصحابِ تاریخ وسیر کی آرا ان دونوں کے تقدّم وتأخّر کے بارے میں مختلف ہیں؛ مگر راجح قول یہ ہے کہ حضرت سودہؓ سے نبوت کے دسویں سال رمضان میں نکاح ہوا، اور اسی وقت وہ آپ کے گھر میں آ گئیں اور حضرت عائشہؓ سے اسی سال شوال میں نکاح ہوا جب ان کی عمر چھ سال تھی اور تین سال کے بعد شوال ۱ھ یا ۲ھ میں ان کی رخصتی ہوئی، اس وقت ان کی عمر نو برس تھی۔ ابنِ سعد کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت سودہؓ کا نکاح حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہؓ کے نکاح سے پہلے ہوا تھا۔ (طبقات: ۸/۳۶)

کبیر السن ہونے کے باوجود حضرت سودہؓ سے نکاح کی وجہ

کبیر السن اور عمر دراز ہونے کے باوجود حضور انور ﷺ کا حضرت سودہؓ کو اپنی زوجیت میں لینا اپنے تئیں متعدد وجوہات رکھتا تھا جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حضرت سودہؓ "سابقین اولین" میں سے تھیں، اور اسلام کے لیے انہوں نے بڑی مشقت برداشت کی تھیں، چناں چہ حفاظتِ اسلام ہی کی خاطر ملکِ حبشہ کی انتہائی پُر مشقت وادی کو طے کیا تھا۔

(۲) حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس ہونے کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور وہ بے یار ومددگار ہو گئیں، گھر والے چوں کہ اسلام سے بیگانہ تھے؛ اس لیے اندیشہ تھا کہ ان کی ایذاؤں کی شکار نہ ہو جائیں، اور ان کے جبر واکراہ کی بنا پر اسلام کی متاعِ

عزیز خطرے میں نہ پڑ جائے۔
(۳) خود سیدہ سودہؓ کی کفالت بھی مقصود تھی؛ تا کہ وہ اپنے گھر والوں پر بوجھ نہ بنیں، اور ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنے سے محفوظ رہے۔
(۴) یہ قبیلۂ بنی عبدِ شمس سے تھیں جو قبیلۂ بنی ہاشم کا مدِّ مقابل تھا، ان کو اپنی زوجیت میں لینے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ بنی عبدِ شمس کی تالیف ہوگئی، اور ان کی مخالفت میں جو شدت تھی اس کی لَو مدھم پڑ گئی۔
(۵) اس کے ساتھ اپنے ماموؤں: بنی نجار اور انصارِ مدینہ کا اکرام بھی مقصود تھا۔
(۶) نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی جہاں دیدہ وتجربہ کار خاتون کی جگہ اگر کسی نوعمر کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح ہوتا تو اس کے لیے امورِ خانہ داری، بچیوں کی پرورش ونگہداشت اور مکّہ کے عہدِ ستم میں چاروں طرف کی دشمنی سہتے ہوئے گھر سنبھالنا اتنا آسان نہ ہوتا۔ اس کام کے لیے سنِ رسیدہ اور گرم وزم چشیدہ عورت ہی کی ضرورت تھی اور یہ خوبیاں حضرت سودہؓ میں بہ درجۂ اتم موجود تھیں۔

حضرت سودہؓ کے بھائی حضرت عبداللہؓ کا ردِ عمل

۱۰ نبوی تک تقریباً مکۂ مکرمہ کے اکثر گھروں میں انفرادی طور پر اسلام داخل ہو چکا تھا، اور ہر زبان پر اسلام اور بانیٔ اسلام کا ذکرِ خیر ہونے لگا تھا، مگر ابھی اکثریت اور بالخصوص رؤسا اور قوم کے سربرآوردہ کفر وشرک کی تاریکیوں میں غرق تھے، ان ہی میں سے حضرت سودہؓ کے بھائی عبداللہ بھی تھے۔ جب حضرت سودہؓ کا نکاح ہوا اس وقت وہ گھر پر نہیں تھے، جب پتہ چلا کہ ان کی بہن رسالت مآب ﷺ کے حبالۂ عقد میں آچکی ہے تو وہ نہایت برافروختہ ہوئے اور اس قدر رنجیدہ خاطر ہوئے کہ سر پر مٹی ڈالتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے: ہائے افسوس! یہ کیا غضب ہوگیا۔ مگر بہن کی طرح وہ بھی ازل سے جو سرمایۂ سعادت مندی ساتھ لے کر آئے تھے اب اس کے ظہور کا وقت

آ چکا تھا، چناں چہ واقعۂ نکاح کے کچھ عرصے بعد اسلام کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ اکثر اپنی سابقہ نادانی پر کفِ افسوس ملتے تھے، اور یہ کہا کرتے تھے: میں نے کس قدر بے عقلی کا ثبوت دیا کہ بہن کو تو عظمت و شرافت کے تاجِ زرّیں سے نوازا گیا اور میں نے اظہارِ غم کرتے ہوئے اپنے سر پر خاک ڈالی۔

ذکرِ حبشہ

حضرت سودہؓ نے اپنے پہلے خاوند حضرت سکرانؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وہاں کی یادیں ان کے دل و دماغ میں رچی بسی تھیں۔ جب نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ بیٹھتے تو گاہے گاہے حبشہ میں بیتے ہوئے لمحات کی روئیداد سناتیں، آپ ﷺ بڑی دل چسپی سے سنتے، بالخصوص حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ کے ذکر میں بڑی دلچسپی لیتے جو اُن دنوں حبشہ میں غریب الوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا استقبال

ایک روز حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ اپنے خاوندِ محترم حضرت عثمانؓ کے ہمراہ حبشہ سے مکّہ واپس تشریف لائیں، گھر میں قدم رکھا تو بہنوں نے خوشی اور غمی کے ملے جلے جذبات سے استقبال کیا، غمی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے وفات پانے کی تھی اور خوشی عرصۂ دراز کے بعد اپنی بہن رقیہ کے دیکھنے کی تھی۔ جب والدۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو حضرت رقیہؓ حبشہ میں تھیں، تینوں بہنوں نے اپنی والدہ کو یاد کر کے آنسو بہائے اور اپنا غم ہلکا کیا۔ حضرت سودہؓ نے بھی آگے بڑھ کر حضرت رقیہؓ کو پیار سے گلے لگایا۔ حبشہ کے قیام کے دوران ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مستقبل میں اس نوع کی رشتہ داری قائم ہو گی۔ اب حضرت سودہؓ ان کی سوتیلی والدہ کے روپ میں ان کے سامنے تھیں، حضرت رقیہؓ کو آرام کرنے کے لیے کہا؛ تاکہ سفر کی تھکان ختم ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی لختِ جگر حضرت رقیہؓ اور عزیز داماد حضرتِ عثمانؓ کو دیکھ کر انتہائی مسرّت کا اظہار کیا۔

ہجرتِ مدینہ

حضرت سودہؓ سے نکاح کے بعد تقریباً تین سال آپ ﷺ مکۂ مکرمہ میں رہے، یہاں تک کہ جب بہ حکمِ خداوندی ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے تو اہل وعیال کو وہیں چھوڑ گئے، جب مدینہ پہنچ کر مکمل اطمینان ہوگیا تو آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مکۂ مکرمہ بھیجا اور ان کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ ساتھ دیے؛ تاکہ وہ اہل وعیال کو مدینہ لے آئیں۔ چناں چہ حضرت زیدؓ، آپ ﷺ کی دو صاحبزادیوں امِ کلثوم وفاطمہ، اسامہ وامِ ایمن اور حضرت سودہؓ کو لے کر مدینۂ منورہ روانہ ہوگئے اور ساتھ میں حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ، اپنی والدہ اور بہن عائشہؓ کو اپنی معیت میں لے کر روانہ ہوئے۔ جس وقت یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو محسنِ انسانیت ﷺ مسجدِ نبوی کے قریب رہائشی حجرے بنوا رہے تھے، چناں چہ تکمیل کے بعد اسی حجرے میں دونوں صاحبزادیاں اور حضرت سودہؓ فروکش ہوئیں، چوں کہ اس وقت تک حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی، اس لیے وہ اپنے والدین کے ساتھ قیام پذیر ہوئیں۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ سفرِ ہجرت میں آں حضرت ﷺ کے ہم سفر تھے، اسی طرح آں حضرت ﷺ کے اہل وعیال کے ساتھ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال بھی شریک رہے، یہ چیز دونوں خاندانوں کے مابین تعلقات کی یگانگت کو ظاہر کرتی ہے اور خوشی اور غمی کے معاملات میں کامل اتحاد واتفاق کا پتہ دیتی ہے۔

حضرت سودہؓ کا حجرۂ مبارکہ

مدینۂ منورہ میں رہائش کے لیے حضرت سودہؓ کو جو مکان ملا وہ صرف ان کا مسکن نہ

تھا بلکہ وہ کاشانۂ نبوت بھی تھا، اس کی شان ہی نرالی تھی۔ علامہ سعد کی مہیا کردہ تفصیل کے مطابق یہ ایک حجرہ تھا جس کی دیواریں پکی اور چھت کھجور کی شاخوں کی تھی، اس کی لمبائی پندرہ فٹ، چوڑائی دس فٹ اور اونچائی اتنی تھی کہ کھڑا آدمی اپنے ہاتھ سے چھت کو چھو سکتا تھا، اس کے دروازہ پر کواڑ کے بجائے کالے بالوں والے کپڑے کا پردہ تھا۔

کیا خوب کہا ہے جناب حافظ افروغ حسن صاحب نے کہ: یہ مختصر سا کچا حجرہ موجودہ دور کی اصطلاح میں ''ایوانِ صدر'' بھی تھا کہ بندگانِ خدا کی تعلیم وتربیت، ان کے نفوس کے تزکیے، ان کے اخلاق وکردار کی تعمیر اور انسانی معاشرے کی صلاح وفلاح کی خدمت کا عظیم کام؛ دنیوی ساز وسامان کی فراوانی، عالی شان عمارتوں اور آنکھوں کو خیرہ دینے والے فرنیچر کے بل بوتے پر نہیں؛ بلکہ سادگی وپاکیزگی، صبر وقناعت، تحمّل وبےلوثی وبےنفسی، تعلق باللہ اور ابنائے جنس کی ہمدردی ودل سوزی جیسے اعلیٰ روحانی واخلاقی اوصاف کے بل بوتے پر ہی انجام دیا جاسکتا ہے، یہ تھا سیدہ موصوفہ کا حجرہ اور مسکن۔ مکّہ میں اگرچہ ہادئ برحق سید الکونین ﷺ اور حضرت سودہؓ کا گھر شہر والوں کے غیض وغضب اور نفرت وحقارت کا محور تھا؛ لیکن اب مدینہ میں ان کا یہ گھر بستی والوں کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز تھا، ان کی نگاہیں اس طرف اس انداز میں اٹھتی تھیں گویا وہ یہاں سے فیض اور اس نورِ ہدایت کے طلب گار ہیں جس سے ان کی دنیا بھی سنور سکتی ہے اور عقبیٰ بھی۔

حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کے تعلقات

حضور ﷺ کی دونوں ازواجِ مطہرات یعنی سیدہ سودہؓ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان نہ کسی قسم کے اختلاف تھے اور نہ ہی کسی قسم کی کشیدگی تھی، ان کے باہمی تعلّقات نہایت ہی عمدہ اور خوشگوار تھے، واقعات بتاتے ہیں کہ: آپس میں رشتۂ محبت ومودّت قائم تھا، دونوں ایک دوسرے کا لحاظ رکھتی تھیں، کبھی بھی دونوں کو ایک دوسرے سے شکایت نہیں ہوئی، حضرت عائشہؓ چوں کہ کم سن تھیں اس لیے سیدہ سودہؓ ان کو گھریلو معاملات میں

مشورے دیا کرتی تھیں اور معاونت بھی کیا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کا نکاح آپ ﷺ سے مکۂ مکرمہ میں ہو چکا تھا، جب ہجرتِ مدینہ کے بعد رخصتی ہوئی تو حضرت عائشہؓ بھی ان کے ساتھ اسی گھر میں تشریف فرما ہوئیں، سیدہ سودہؓ سن رسیدہ تھیں اور حضرت عائشہؓ نوجوان، دونوں کے درمیان بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مزاح بھی ہوتا اور چھیڑ خانی بھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک روز میں، سودہ اور حضور ﷺ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہمارے درمیان اس طرح جلوہ آرا تھے کہ ایک پاؤں ان کی گود میں اور ایک پاؤں میری گود میں تھا، میں نے کھانے کے واسطے حریرہ (حلوہ نما) تیار کیا ہوا تھا، سودہؓ سے کہا: تم بھی کھاؤ، تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا، خاموش بیٹھی رہیں اور کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا، میں نے ازراہِ مذاق کہا: کھاؤ گی یا میں تمہارے منہ پر لیپ دوں؟ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے، میں نے پیالے سے تھوڑا سا حریرہ لیا اور ان کے منہ پر مَل دیا، حضور ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے اور حضرت سودہؓ سے کہا: تم بھی عائشہ کے چہرہ پر حریرہ مَل کر اپنا بدلہ لے لو، انہوں نے سرتاج کا حکم مان کر میرے منہ پر مَل دیا، حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: یہ ہوا نہ بدلہ! آپس میں اس قسم کا ہلکا پھلکا مذاق خوشگوار گھریلو ماحول کی علامت ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس قسم کے مزاح سے ماحول میں چاشنی پیدا ہوتی ہے۔

ازواجِ مطہراتؓ میں حشر کی تمنّا

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بعد سیدہ سودہؓ ہی وہ واحد خوش قسمت خاتون ہیں جنہیں پورے چار سال تک بلا شرکتِ غیرے کاشانۂ نبوت کو اپنی مہر ووفا اور اپنی والہانہ خدمت گزاری اور غم گساری کی منوّر شمع سے روشن رکھنے کا شرف حاصل ہوا، اور اپنے محبوب ومطلوب کی خصوصی توجہات اور محبت آمیز عنایات کا مہبط ومحور رہنے کا اعزاز نصیب ہوا، اس مخلصانہ تعاون اور پُر بہار رفاقت نے سیدہ موصوفہ کی سیرت وکردار کو

اعلیٰ وارفع اخلاقی وروحانی اقدار کا ایک دلکش نمونہ بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ جب ۲ھ کے بعد حرمِ نبوی میں دوسری عالی مرتبت خواتین داخل ہوئیں تو انہوں نے قابلِ قدر عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا مظاہرہ کیا۔

اسی عالی حوصلگی اور ایثار وقربانی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب وہ سن رسیدہ ہوگئیں اوران کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے طلاق دینے کا ارادہ بھی فرمالیا تھا؛ توانہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے شوہر کی حاجت نہیں، آپ مجھے اپنے نکاح میں برقرار رکھیے؛ تاکہ میں کل قیامت کے روز ازواجِ مطہرات کے زمرہ میں شامل کر کے اٹھائی جاؤں، اور جو ثواب ان کو ملے وہ مجھے بھی ملے۔ نیز محبوب ومطلوب آقا کی دل جوئی اور خوشنودی کے لیے محبوبۂ محبوب یعنی عائشہ پر اپنی باری نچھاور کردی۔ چناں چہ آپ نے ان کی فرمائش قبول فرمالی اور طلاق کے ارادے سے رجوع فرمالیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے یہاں دوراتیں گذارنے لگے۔

"عن ابن عباسؓ قال: خشيت سودة أن يطلقها النبي ﷺ فقالت: لاتطلقني وامسكني، واجعل يومي لعائشة ففعل، فنزلت: فلاجناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا والصلح خير". (ترمذی)

بخاری شریف میں صرف یہ مذکور ہے کہ حضرت سودہؓ بنتِ زمعہ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردیا تھا جس کی بناپر آپ ﷺ ان کے یہاں دوراتیں گذارتے تھے۔

"عن عائشةؓ أن سودة بنت زمعة وهبت يومها لعائشة بيومها ويوم سودة". (بخاری)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ درازیٔ عمر کی وجہ سے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔

"فلما كبرت جعلت يومها من رسول الله ﷺ لعائشة قالت: يا رسول الله! قد جعلت يومي منك لعائشة". (مسلم)

اسی واقعہ سے فقہا نے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر کسی کی زوجیت میں ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ایک سوکن اپنی باری دوسری کو ہبہ کرسکتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے طلاق دے دی تھی، چوں کہ آپ ﷺ حکیم و دانا اور مربی تھے، اس لیے آپ ﷺ نے زیرِ تربیت ازواجِ مطہرات کی تنبیہ کے لیے ایسا قدم اٹھایا؛ تاکہ وہ اپنی غلطیوں سے رجوع کریں، اس لیے کہ وہ ساری خواتینِ امت کے لیے نمونہ ہیں۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا والصلح خير﴾ (النساء: ۱۲۸)

ترجمہ: اور اگر کوئی ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح اور صلح بہتر چیز ہے۔

صاحبزادیوں سے شفقت آمیز و محبت سے لبریز سلوک

ایک خاتون کے لیے عام طور پر اپنی سوتیلی اولاد سے رحمت و شفقت کا سلوک کرنا سخت مشکل ہوتا ہے، اس رشتہ کی خاصیت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ دونوں طرف دلوں کی گہرائیوں سے نفرت و حقارت اور شکوک و شبہات کے سوتے پھوٹتے رہتے ہیں؛ لیکن اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ کی سیرت کا یہ نہایت ہی روشن اور تابناک پہلو ہے کہ انہوں نے اپنی عقیدتوں کی مرکزی شخصیت آں حضرت ﷺ کی بچیوں سے وہ قابلِ رشک مشفقانہ سلوک کیا جس نے عالمِ انسانیت میں ایک منارۂ نور کی حیثیت حاصل کرلی۔

آپؓ جب حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں اُس وقت حضور ﷺ کی بچیاں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ اپنی ماں کی شفقت و محبت سے محروم ہوچکی تھیں؛ لیکن سیدہ سودہؓ نے

پوری فراخ دلی سے انہیں حقیقی ماں کی طرح پیار بھی دیا اور شفقت بھی، اور ایک مشفق مربی کی حیثیت سے ان کی تربیت بھی کی اور دیکھ بھال بھی۔

حضرت فاطمہؓ کی ۲ھ میں حضرت علیؓ سے اور حضرت امِ کلثومؓ کی ۳ھ میں حضرت عثمانؓ سے شادی ہوئی۔ اس طرح یہ صاحبزادیاں کم وبیش پانچ چھ سال کے طویل عرصہ تک حضرت سودہؓ کی زیرِ نگرانی رہیں؛ لیکن پورے ذخیرۂ روایات میں ایک بھی مستند روایت ایسی نہیں ملتی جوان کی باہمی شکر رنجی اور باہمی تلخی کی ہلکی سے ہلکی چیز کی طرف بھی نشان دہی کرتی ہو۔ یہ حضور ﷺ کی ژرف نگاہی، سیدہ سودہؓ کے ضبطِ نفس کی مستقل صلاحیت اور صاحبزادیوں کی کامل سعادت مندی کا بیّن ثبوت ہے۔

حلیہ

حضرت سودہؓ قد وقامت کے لحاظ سے نہایت بلند وبالا اور فربہ اندام تھیں، چناں چہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے مرقوم ہے کہ: وہ بڑے ڈیل ڈول والی تھیں، جولوگ ان سے واقف تھے ان سے وہ پردے کے باوجود چھپ نہیں سکتی تھیں۔ "وكانت امرأة جسمة لاتخفىٰ علىٰ من يعرفها".

وظیفہ

عبدالرحمٰن اعرج اپنی مدینہ کی مجلس میں فرمایا کرتے تھے کہ: نبی کریم ﷺ سالانہ نفقہ کے لیے حضرت سودہؓ کو خیبر کی آمدنی میں سے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جَو یا گندم عطا فرماتے تھے۔

عبادت واطاعت اور سفرِ حج

سیدہ موصوفہ بڑی عابدہ، زاہدہ، شب زندہ دار، نیک بخت اور پارسائے زمانہ تھیں، اکثر اوقات عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

بندگی سے ہمیں مطلب ہے، ہم ثواب وعذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے، عشق والے حساب کیا جانیں

گویا اس شعر کی سچی مصداق تھیں۔

حضرت سودہؓ ۱۰ھ میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ شریک تھیں۔ مزدلفہ اور منی کا حکم یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ آنا اور پھر طلوعِ آفتاب سے ذرا پہلے تک میدانِ مزدلفہ ہی میں رہنا حج کے واجبات میں سے ہے، اور اس کے بعد منی میں آنا ہے؛ البتہ معذورین کو یہ رخصت حاصل ہے کہ وہ رات ہی میں مزدلفہ سے منیٰ چلے جائیں۔ چوں کہ آپ ؓ کا قد وقامت نہایت طویل اور بلند وبالا تھا، اور آپ فربہ اندام تھیں، جس کی وجہ سے تیزی سے چلنا پھرنا ممکن نہ تھا؛ اس لیے آپ ﷺ نے مزدلفہ سے کوچ کرنے سے قبل ان کو منیٰ جانے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی، تاکہ لوگوں کے اژدحام کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے اور عافیت کے ساتھ مزدلفہ پہنچ جائیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت سودہؓ کو لوگوں کے مزدلفہ سے کوچ کرنے سے پہلے ہی منیٰ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کاش! میں بھی سودہؓ کی طرح رات کو مزدلفہ سے روانہ ہونے کی اجازت طلب کرلیتی اور لوگوں کے آنے سے پہلے صبح کی نماز منیٰ میں پڑھ لیتی۔

اسی حج کے موقع سے آپ ﷺ نے ازواجِ مطہراتؓ سے فرمایا تھا کہ: اس حج کے بعد گھروں میں بیٹھی رہنا۔ سیدہ سودہؓ نے اس حکم کو گرہ سے باندھ لیا، چناں چہ حضرت سودہؓ اور حضرت زینب بنتِ جحشؓ نے آپ ﷺ کے حکم کی مکمل اطاعت کی اور اس پر اس شدّت کے ساتھ عمل کیا کہ کہیں جانا تو درکنار؛ تا زندگی کبھی حج کے لیے بھی گھر سے باہر نہ نکلیں۔ سیدہ سودہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ: میں نے حج اور عمرہ کرلیا ہے، اب حکمِ خداوندی

اور حکمِ رسول کے مطابق تمام زندگی گھر میں بسر کروں گی۔ حکمِ خداوندی یہ ہے: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ (احزاب:۳۳) ترجمہ: اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں۔ اور حکمِ رسول یہ ہے: "هذه ثم لزوم الحصر"، ترجمہ: یہ سفرِ حج ہے اس کے بعد اپنے گھروں میں رہنا۔ حالاں کہ ان دو کے علاوہ دوسری ازواجِ مطہرات عموماً حج کے لیے جاتی رہیں، اور بہ شمول خلفائے راشدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی ان کے عملِ خیر پر نکیر نہیں فرمائی؛ بلکہ حضرت عمرؓ نے تو اپنے دورِ خلافت باسعادت میں باقاعدہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی زیرِ نگرانی ازواجِ مطہراتؓ کو حج کے لیے بھیجا تھا، مگر انہوں نے شرکت نہیں کی تھی، گویا ان کو آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری بھی علیٰ وجہ الکمال حاصل تھی۔

سہیل بن عمرو پر تبصرہ

سہیل بن عمرو سیدہ سودہؓ کے خاوندِ اوّل سکران کے بھائی تھے، انہوں نے شروع میں اسلام قبول نہیں کیا تھا، جنگِ بدر میں قریشِ مکہ کی طرف داری میں حصہ لیا تھا اور گرفتار ہوئے تھے، چوں کہ اس معرکہ میں مجاہدین کے ہاتھوں قریش کے ۷۰/افراد گرفتار ہوئے تھے جس میں بڑے بڑے نامور سردار بھی تھے اور حق پرستوں پر ظلم وستم ڈھانے والے سرکش ومغرور، خود پسند اور صاحبِ جاہ افراد بھی تھے۔ سہیل بن عمرو کو دیکھتے ہی اُمّ المؤمنین سیدہ سودہؓ کو دینِ اسلام اور داعیٔ اسلام ﷺ کے خلاف اس کی شعلہ بیانیاں اور اپنے ہی جگر گوشے پر حق قبول کرنے کی پاداش میں اس کی ظالمانہ اور بے رحمانہ چیرہ دستیاں تازہ ہوگئیں۔

خود حضرت سودہؓ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ: میں عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کے گھر تعزیت کے لیے گئی ہوئی تھی، جب بدر کے قیدیوں کو مدینۂ منورہ لایا گیا، لوگ انہیں دیکھنے کے لیے نکل پڑے، میں نے دیکھا کہ حجرے کے ایک گوشے

میں سہیل بن عمرو کھڑا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، میں نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار کہا: اے ابو زید! قیدی بننے کی ذلت پر عزّت کی موت مر کیوں نہیں گئے! اتنے میں حضور ﷺ کی آواز نے مجھے چونکا دیا جو فرما رہے تھے: اے سودہ! کیا تم اسے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف برانگیختہ کر رہی ہو؟ میں نے معذرت چاہتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا، میں سہیل کی یہ حالت دیکھ کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، میں معافی چاہتی ہوں۔ سہیل بن عمرو نے فتحِ مکّہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر اسلام کے جملہ احکام پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہوئے۔

آیتِ حجاب

اسلام میں پردہ کو نہایت بلند و ارفع مقام حاصل ہے، اور چوں کہ اسلامی احکامات کا نزول بہ تدریج ہوا ہے، اس لیے آغازِ اسلام سے لے کر ۵ھ کے اوائل تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، آقائے مدنی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جملہ اہم معاملات میں وحیٔ الٰہی کے منتظر رہتے تھے اور وحی کی ہدایت کے مطابق حکم فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کو چوں کہ نبوی صفات سے وافر حصہ ملا تھا؛ اس لیے ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ عورتوں کو پردہ کا حکم دے دیا جائے؛ خصوصاً ازواجِ مطہراتؓ کو۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دن حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ: اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں، تو کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ ازواجِ مطہراتؓ کو پردے کا حکم دیتے۔ ان کی اس درخواست کے چند دنوں کے بعد خداوندِ قدوس نے پردے کا حکم نازل فرمایا۔ (بخاری: ۲/۷۰۶، ۴۶۰۴)

اس حکم کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ اُس زمانے میں گھروں میں قضائے حاجت کے

لیے بیت الخلا کا نظم نہ تھا، جس کی وجہ سے عام عورتوں کی طرح ازواجِ مطہراتؓ بھی قضائے حاجت کے لیے جنگل جایا کرتی تھیں۔ چناں چہ ایک مرتبہ بہ وقتِ شب حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے ارادے سے باہر نکلیں، وہ چادر میں اچھی طرح لپٹی ہوئی تھیں؛ لیکن قد وقامت اور جسامت کی وجہ سے نمایاں ہو جاتی تھیں، حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تو پکار کر کہا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ کا مقصد صرف اتنا تھا کہ حکمِ حجاب نازل ہو جائے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم نازل فرمایا۔ (بخاری:۱/۲۶،۱۴۶)

بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں یہی واقعہ کچھ اس طرح مذکور ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: پردے کا حکم نازل ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے ارادے سے باہر نکلی، قد وقامت اور ڈیل ڈول والی ہونے کی وجہ سے وہ پہچان لی جاتی تھی، حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا اور پہچان لیا، چناں چہ آواز دے کر کہا: سودہ! بہ خدا! آپ ہم سے چھپ نہ سکیں؛ لہٰذا دیکھ لو آپ کس طرح باہر نکلتی ہو! یہ سن کر وہ ناراض واپس لوٹ آئی۔ اُس وقت حضور ﷺ میرے حجرے میں کھانا تناول فرما رہے تھے، اسی حالت میں حضرت سودہؓ حاضرِ خدمت ہوئی اور شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں قضائے حاجت کے لیے باہر نکلی تھی، عمر نے دیکھ لیا اور ایسا ایسا کہا۔ اسی وقت حضور ﷺ پر وحی کے آثار نمودار ہوئے، سلسلۂ وحی ختم ہونے کے بعد پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: خداوندِ قدوس نے قضائے حاجت کے لیے تم کو باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ (بخاری:۲/۷۰۷،۴۶)

دو حدیثوں میں تعارض اور اس کا حل

ان دونوں حدیثوں میں بہ ظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سودہؓ کا خروج حکمِ حجاب سے پہلے کا تھا اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمِ حجاب کے آجانے کے بعد حضرت سودہؓ باہر نکلی تھیں۔ اسی طرح بخاری شریف

کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آیاتِ حجاب کا نزول حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے وقت ہوا تھا۔ آیتِ حجاب یہ ہے: ﴿یأیها الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبي إلا أن یؤذن لکم إلیٰ طعام غیر ناظرین إنٰه ولکن إذا دعیتم فادخلوا فإذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسین لحدیث﴾ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! مت جاؤ نبی کے گھروں میں؛ مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے، نہ راہ دیکھنے والے اس کے پکنے کی؛ لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ، پھر جب کھا چکو تو آپ چلے جاؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں۔

دراصل آیاتِ حجاب کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ حضرت زینبؓ کے ولیمے کے موقعہ پر اور ایک مرتبہ حضرت سودہؓ کے قضائے حاجت کے لیے نکلنے کے وقت۔

نیز دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض بھی نہیں؛ اس لیے کہ حجاب دو طرح کا ہے: ایک حجابِ وجوہ اور دوسرا حجابِ اشخاص، چناں چہ حضرت عمرؓ کی دلی تمنا کے مطابق حجابِ وجوہ کا حکم نازل ہوا؛ لیکن اس کے بعد حضرت عمرؓ کی یہ بھی خواہش رہی کہ حجابِ وجوہ کی طرح حجابِ اشخاص کا حکم بھی آ جائے؛ لہٰذا حجابِ وجوہ کے بعد حضرت سودہؓ کا قضائے حاجت کے لیے نکلنا ہوا تو حضرت عمرؓ نے حجابِ اشخاص کے نزول کی خواہش کی وجہ سے حضرت سودہؓ کو ان کے پہچان لیے جانے کی اطلاع دی اور حضرت سودہؓ نے حضور ﷺ کے پاس آ کر اس کا ذکر کیا، چناں چہ وہی آیتِ کریمہ جو حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے وقت نازل ہوئی تھی اس کا نزول ہوا، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ: تم کو قضائے حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے۔ اس طرح آیتِ حجاب کا وہ حکم جو رہتی دنیا تک کے لیے خواتین کی عصمت و عفت کا محافظ ہے حضرت سودہؓ کے واسطے سے نازل ہوا۔

اخلاق و عادات

سیدہ موصوفہ اپنے اخلاق و اطوار اور عادات کے اعتبار سے بھی نہایت امتیازی

شان کی حامل تھیں، سخاوت وفیاضی کے علاوہ خوش اخلاقی وخوش مزاجی آپؓ کی طبیعت کا حصہ تھا۔ طبیعت کی ظرافت کا حال یہ تھا کہ کبھی کبھار آقا ﷺ کی تفریحِ طبع کی خاطر اپنی رفتار وگفتار میں آپ کو ہنسا دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت سودہؓ نے آپ سے کہا: شبِ گذشتہ میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے اس قدر طویل رکوع کیا کہ مجھے نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہوا، اس لیے میں دیر تک ناک پکڑے اسے سہلاتی رہی، یہ سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

مزاج میں تیزی

"عن عائشةؓ قالت: "ما رأيت امرأة أحب إليّ أن أكون في مسلاخها من سودة بنت زمعة من امرأة فيها حدة". اور اصابہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "ما من الناس أحد أحب إليّ أن أكون في مسلاخها من سودة إن بها إلا حِدَّةٌ فيها، كانت تسرع منها الفيئةُ". (اصابہ)

امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ: سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر کبھی مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی؛ البتہ ان کے مزاج میں ذرا تیزی تھی جو گاہے گاہے ظاہر ہوجایا کرتی تھی؛ مگر اس مزاجی تیزی کی وجہ سے اگر کبھی غصہ آ بھی جاتا اور کسی سے خفا ہوجاتی تو غصہ بہت جلد فروکش ہوجاتا تھا اور خفگی کے بعد بہت جلد خوش ہوجایا کرتی تھیں جو اچھے اور اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے۔

سخاوت وسماحت

رسالت مآب ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ایک نہایت ممتاز اور روشن باب سخاوت وسماحت اور فیاضی ہے، صحابہؓ اور صحابیاتؓ میں سے جو آپ ﷺ سے جتنا قریب اور جس کو صحبتِ بابرکت سے استفادہ کا جتنا زیادہ موقع فراہم ہوا اتنا ہی زیادہ آپ ﷺ کی صفاتِ حسنہ کا جامع بنا، پھر ان کی زندگی میں ان اوصاف کا ظہور بھی بہ استثنائے

بعض اتنا ہی زیادہ ہوا۔ ازواجِ مطہراتؓ کو خلوت میں آپ ﷺ کے فیضِ صحبت سے سب سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع ملا، نیز چوں کہ نبوت کی دادودہش کا معاملہ عموماً ان ہی کے حجروں میں زیادہ ہوا کرتا تھا اسی بنا پر سیدہ موصوفہ کو سخاوت اور دادودہش میں بھی امتیازی شان حاصل ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی، لانے والے سے پوچھا: کیا ہے؟ اس نے کہا: درہم ہے، بولیں: اچھا! درہم کھجور کی طرح تھیلی میں بھیجے جاتے ہیں! اور اسی وقت تمام دراہم تقسیم کر دیے۔

آپ طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں جو کچھ اس سے آمدنی میسر ہوتی اس کو خوش دلی سے کارِ خیر میں صَرف کر دیا کرتی تھیں۔

فضل وکمال

حضرت سودہؓ کے فضل وکمال کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ منصبِ رسالت ونبوت سے سرفراز کیے جانے کے بعد آپ ﷺ کی زوجیت سے وہی سب سے پہلے مشرف ہوئیں اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد تقریباً تین چار سال تک تنِ تنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں، اور یہ عرصہ جس قدر صبر وتحمل، جس وقار ومتانت اور جس عزیمت واستقامت کے ساتھ گذارا اور اپنے آقا وہادی ﷺ کی مخلصانہ رفاقت اور جاں نثارانہ خدمت کا جو مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، اس دوران خاندانِ نبوت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ ہی کے سر رہیں۔ آپؓ اطاعت وفرماں برداری، جودوسخا، ایثار وقربانی کے جذبہ سے سرشار اور نہایت اعلیٰ سیرت وکردار کی حامل تھیں، اور ان تمام خوبیوں کے ساتھ زیورِ علم سے بھی آراستہ تھیں۔

حضرت سودہؓ سے روایت اور شاگردان

آپؓ سے پانچ احادیثِ رسول مروی ہیں، ان میں سے چار احادیث سننِ اربعہ

میں مذکور ہیں اور ایک بخاری شریف میں جو درجِ ذیل ہے:

بخاری کی روایت یہ ہے: "ماتت لنا شاة فدبغنا مسكها ثم ما زلنا ننبذ فيه حتى صار شنًّا".

حضرت سودہؓ فرماتی ہیں کہ: ہماری ایک بکری مرگئی، ہم نے اس کے چمڑے کو رنگ لیا اور ہم اس سے نبیذ بنانے لگے حتی کہ پرانا ہوگیا۔

شاگردان: حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت یحییٰ بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ سے احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

حضرت سودہؓ کے سیدہ عائشہؓ کو مشورے

جس وقت حضرت سودہؓ حضور ﷺ کی زوجیت میں داخل ہوئیں اس وقت ان کی کوئی دوسری سوکن نہیں تھی، تین سال بعد حضرت عائشہؓ آئیں، پھر یکے بعد دیگرے دوسری ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کی زوجیت میں آئیں، حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے درمیان ہمیشہ نہایت درجہ الفت و محبت اور باہمی اتحاد و اتفاق کا معاملہ رہا، چناں چہ حضرت سودہؓ ان کی کم سنی کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے ان کو گھریلو معاملات میں مشورے دیا کرتی تھیں، جس کو وہ نہایت احسان مندی کے ساتھ قبول کرلیا کرتی تھیں، اور پھر جب ان کی عمر دراز ہوگئی تو اپنی باری بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ کردی۔ حضرت عائشہؓ نے ان کے اس ایثار کا ہمیشہ خیال رکھا اور ان کے فضل و کمال کی معترف رہیں۔

خروجِ دجّال اور حضرت سودہؓ

حضرت سودہؓ خروجِ دجال سے نہایت ڈرتی تھیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ سے بیسیوں مرتبہ دجّال کا تذکرہ سنا اور اس فتنہ کی سنگینی کو جانا تھا، ابتدا آپ نے اس کے خروج کا کوئی زمانہ متعین نہیں فرمایا تھا؛ مگر بعد میں آپ نے یہ تعیین فرمادی کہ وہ قربِ قیامت

میں ظاہر ہوگا۔ حضور ﷺ غالباً کسی سفر میں تھے اور حضرت عائشہ وحفصہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہن ساتھ تھیں (ممکن ہے کہ اور ازواج بھی ساتھ رہی ہوں) راستہ میں آپ ﷺ کہیں قیام پذیر ہوئے، حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کو تفریح ومزاح کی سوجھی، چناں چہ از راہِ مزاح حضرت سودہؓ سے کہا: تمہیں کچھ معلوم بھی ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو ان دونوں نے کہا: شاید دجّال تو ظاہر نہیں ہوگیا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت سودہؓ پر دہشت طاری ہوگئی، اور اس قدر خوف زدہ ہوگئیں کہ دوڑ کر قریب کے خیمہ میں گھس گئیں، حضرت عائشہؓ وحفصہؓ ہنستی ہوئی آپ ﷺ کے پاس گئیں اور حضرت سودہؓ کے ساتھ اپنے مزاح اور ان کے خوف زدہ ہوکر ایک خیمے میں گھس جانے کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ بہ نفسِ نفیس اس خیمہ کے پاس تشریف لے گئے، اور دروازہ پر کھڑے ہوکر آواز دی: سودہ! باہر آجاؤ، ابھی دجال کا خروج نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کی آواز سن کر وہ اس حال میں باہر آئیں کہ خوف ودہشت کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے، اور جسم پر مکڑی کا جالا لگا ہوا تھا، جس کو باہر آنے کے بعد صاف کیا۔

اس واقعہ سے جہاں حضرت سودہؓ کے فتنۂ دجال سے ڈرنے اور اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کے جذبۂ بے پناہ پر روشنی پڑتی ہے وہیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ میں باہمی تعلقات کس قدر خوشگوار تھے۔

صاحبِ ''سیر الصحابیات'' اس قصے کو نقل کرنے کے بعد رقم فرماتے ہیں کہ: یہ روایت میرے نزدیک مشکوک اور سنداً ضعیف ہے۔

اولاد

آپؓ کی حضور ﷺ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی؛ البتہ حضرت سکران سے ایک بیٹا عبد الرحمٰن تھا۔

شہید بیٹا

عہدِ فاروقی میں جب اسلامی فوجیں عراق کو طاغوتی قوتوں سے آزاد کرانے کی مہم میں سردھڑ کی بازی لگا رہی تھیں تو عبدالرحمٰن بھی انہیں مجاہدینِ سرفروش میں شامل تھے۔ عراق کی مکمل آزادی کا آخری معرکہ ۱۶ھ مطابق: ۶۳۷ء میں ''جلولاء'' کے مقام پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی زیرِ قیادت برپا ہوا، دوسرے مسلمانوں کی طرح عبدالرحمٰن نے بھی ذوقِ جہاد سے سرشار ہوکر شجاعت ومردانگی کا مظاہرہ کیا، اور اسی محاذ پر اپنی جان راہِ حق میں قربان کر کے ابدی سرخ روئی حاصل کی۔ رضی الله عنهم ورضو عنه.

ازواجِ مطہراتؓ میں حضرت سودہؓ ہی وہ واحد بلند بخت ہیں کہ جن کی زندگی میں ہی ان کے سعادت مند بیٹے نے راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کیا، اس طرح حضرت سودہؓ ایک شہید بیٹے کی ماں ہونے کا لازوال شرف حاصل کر کے بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کے بلند مقام پر فائز ہوئیں۔

خير عيش أدركناه بعد الصبر ‏ ‏ ‏ من كنوز البرّ كتمان المصائب

ہم نے بہترین زندگی ہمیشہ صبر کے بعد پائی، نیکی کے خزانوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان پر جب کوئی مصیبت آئے تو وہ اس کو لوگوں سے چھپائے۔

وفات

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز ازواجِ مطہرات حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ کے ساتھ لاحق ہوگی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہوں۔ لوگوں نے ظاہری معنی سمجھے، چناں چہ ہاتھ ناپے گئے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے نکلے؛ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ

کے لمبا ہونے سے آپ ﷺ کا مقصد سخاوت و فیاضی تھا۔

خورشیدِ اسلام، عالم پر ضوفشاں ہونے کو تھا، نورِ اسلام پوری تیزی سے پھیل رہا تھا، اس کی کشتیاں دریائے سندھ سے دریائے نیل اور بحرِ ساوا سے بحرِ فرات تک رواں دواں تھی، پرچمِ اسلام زمین کے چپہ چپہ پر لہرا رہا تھا۔

''امہات المؤمنین'' کے گھر، روشنی کے مینار بنے جگمگا رہے تھے اور پورے عالم پر روشنیاں بکھیر رہے تھے، ''امت کی ماؤں'' کے گھر سے آپ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی تھی، علوم قرآن کے خزانے تقسیم ہو رہے تھے، احادیث کے موتی بٹ رہے تھے، حکمت کے لعل و یاقوت تقسیم ہو رہے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ وقار سے اپنے گھر میں ٹھہریں کلامِ الٰہی کی تلاوت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول تھیں، ذکرِ خدا اور ذکرِ حبیب انہیں دو مشاغل میں زندگی کے آخری ایام بسر ہو رہے تھے، رسولِ خدا گو نگاہوں سے مستور تھے؛ لیکن دل و دماغ میں بسے ہوئے تھے، جمالِ مبارک ہمیشہ نگاہوں کے سامنے موجود رہتا تھا۔ حضور کی باتیں، آپ کا تکلّم، آپ کا تبسّم، آپ کا حلم و کرم، آپ کی شانِ رحمت و شانِ درگزر و چشم پوشی رہ رہ کر یاد آتی تھی، اور مادرِ مہربان کو رلا دیتی تھی، اب دلِ مضطر کو مزید انتظار کی تاب و طاقت نہ رہی، طائرِ روح پرواز کے لیے بے چین تھا، مسافرِ آخرت اپنی منزل کی طرف چل پڑنے کے لیے پا بہ رکاب تھا۔

آخر وہ ساعت آ گئی جس کے لیے عرصے سے وہ مضطرو بے چین تھی، چناں چہ دورِ فاروقی ۲۲ھ یا ۲۳ھ میں ۷۳ یا ۸۰ برس کی عمر پا کر دارِ فانی سے فردوسِ بریں کو روانہ ہو گئیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس پاکیزہ نفس بیوی کی رحلت کے موقع پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: میں نے کسی عورت کو جذبۂ رقابت سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ کے، اور نہ سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کہ میری روح اس کے قالب میں ہوتی۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ یہ ہیں: ''ما من الناس امرأة أحب

إليّ أن أكون في مسلاخها من سودة" جس فراخ دلی کے ساتھ حضرت سودہؓ نے زندگی میں اپنی باری حضرت عائشہؓ پر نچھاور کردی تھی اسی فراخ دلی کے ساتھ وہ دنیا سے جاتے وقت اپنا مسکن بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سونپ کر گئیں۔

نمازِ جنازہ

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت سودہؓ نے آپ ﷺ سے کہا کہ: جب میں اس دارِ فانی سے رحلت کر جاؤں تو میری نمازِ جنازہ عثمان بن مظعون پڑھائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ موت کب آئے گی تو تجھ پر تیرے وہم وگمان سے بھی زیادہ دشوار گذرے گا۔ چوں کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات سیدہ موصوفہ کی حیات ہی میں ہوگئی تھی، اس لیے ان کی نمازِ جنازہ خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور مدینۂ منورہ کے معروف ومشہور قبرستان جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ راقم سمیت جملہ قارئین کو بار بار صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم وعنہنّ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے، آمین۔

۞۞

مصادر ومراجع

(۱) ازواجِ مطہراتؓ، حیات وخدمات
(۲) سیر الصحابیاتؓ
(۳) تذکارِ صحابیاتؓ
(۴) صحابیاتؓ
(۵) امتِ مسلمہ کی مائیں
(۶) ازواجِ مطہراتؓ وصحابیاتؓ انسائیکلوپیڈیا
(۷) صحابیاتِ مبشراتؓ
(۸) امہات المؤمنینؓ
(۹) رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاںؓ
(۱۰) ازواجِ مطہراتؓ
(۱۱) حضرت سودہ بنتِ زمعہؓ
(۱۲) صحابۂ کرامؓ کی پاکیزہ زندگی